شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

قربانی سنت ابراہیمی علیہ السلام

(خطبہ مسنونہ کے بعد) واذ ابتلیٰ ابراھیم ربہ بکلمات فاتمھن ۔ الآیۃ

محترم بزرگو! اکثر حضرات دور دراز سے آئے ہیں، اس لئے چند منٹ کچھ عرض کروں گا۔ تقریر کا نہ وقت ہے نہ صلاحیت، بیمار بھی ہوں۔

محترم بزرگو! آج جو سنت ہم اور آپ عیدالاضحیٰ کی نماز کے بعد انشاء اللہ ادا کریں گے، یہ قربانی ہے اور سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: "سنت ابیکم ابراھیم" (ابراہیم علیہ السلام قربانی اور عزیمت کا پیکر) انبیاء کرام کے سلسلہ میں حضرت ابراہیمؑ کا ایک نہایت بلند مقام ہے، ان کی ساری زندگی قربانی اور عزیمت کی زندگی ہے۔ ساری زندگی عظیم الشان ایثار، استقامت اور اللہ کی راہ میں سب کچھ لٹا دینے سے لبریز ہے۔ جس وقت حضرت ابراہیمؑ کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا تو ملک کا ماحول ستارہ پرستی اور بت پرستی کا تھا۔ نمرود جیسے ظالم حکمران کے ہاتھ میں حکومت تھی۔ اور خود حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد آذر بت پرستوں کا پروہت یعنی لارڈ پادری ہے۔ تمام دھرمسالوں کے نگران ہیں۔ گویا وزیر تعلیم اور وزیر مذہبی امور ہیں۔ ایک اہم عہدہ پر فائز ہیں۔ خود بت تراش ہیں۔ ایسے وقت میں ظالم نمرود کے خلاف آواز بلند کرنا کتنا سخت کام تھا۔ یہ حضرت ابراہیمؑ کا جگر تھا کہ سارا ماحول، سارا خاندان اور سارا گھر، سارا علاقہ بت پرستی اور شرک میں مبتلا ہے۔ اگر حضرت ابراہیمؑ اپنے والد کا طریقہ اختیار کر لیتے تو ان کو بھی والد جیسا اہم منصب مل سکتا تھا، وہ بھی ملک کے مذہبی پیشوا ہوتے، وزیر ہو جاتے، مگر آپ نے نہ صرف اس منصب اور عہدہ کو لات ماردی بلکہ پوری قوم، حکومت اور ملک کی دشمنی مول لی اور اعلان کیا کہ: "اننی برئ مما تعبدون" ڈنکے کی چوٹ اعلان کیا کہ میں تمھارے بتوں اور ان کی پرستشوں اور مشرکانہ رسم ورواج سے بالکل بیزار ہوں۔

دعوت توحید اور حجۃ ابراہیمی: پہلے اپنی قوم کو عقلی پیرایہ میں سمجھانا چاہا کہ اے میرے والد! اے میری قوم! تم ایسی چیزوں کی پرستش کرتے ہو جو مجبور و مقہور اور بے بس ہیں۔ دوسرے کے حکم کے تابع ہیں۔ دوسرے کے کنٹرول میں ہیں۔ یہ سورج کبھی طلوع ہوتا ہے، کبھی غروب، یہ چاند کبھی گھٹتا ہے، کبھی بڑھتا ہے، تغیر و تبدل قبول کرتے رہتے ہیں۔ "فلما جن علیه اللیل رائ کوکبا"۔ معبود برحق اور خدا تو ہمیشہ کی صفت پر متصف رہتا ہے۔ وہ تو قدیم اور واجب الوجود ہوتا ہے۔ اس کی صفات اور حالات میں تغیر و تبدل نہیں آتا۔ حضرت ابراہیمؑ نے ہر قسم کے دلائل سے بات قوم کے سامنے رکھ دی کہ یہ بت پرستی اور شرک بالکل حرام اور خلاف عقل ہے۔ لیکن قوم جہالت کی وجہ سے نہ سمجھ سکی۔ پھر حضرت ابراہیمؑ نے سمجھانے کا دوسرا طریقہ اختیار فرمایا کہ یہ بت عاجز ہیں کچھ نہیں کرسکتے، ان لوگوں کا کوئی تہوار تھا، ان کی عید کا دن تھا، لوگ سب باہر کسی میدان میں جمع ہونے نکلے۔ حضرت ابراہیمؑ شہر میں رہے۔ دھرم سال میں آکر سب بتوں کو توڑ دیا بڑے بت کو چھوڑ کر کلہاڑی اور تیشہ اُس کے کاندھے پر رکھدیا۔ اور جو نذرانے اور چڑھاوے لوگوں نے بتوں کے سامنے رکھ دئے تھے وہ اکھٹے کر کے بڑے بت کے سامنے رکھ دئے۔ یہ چڑھاوے ان لوگوں کے زعم میں متبرک ہو جاتے اور عید کی شام کو آکر اسے آپس میں بانٹ لیتے۔ لوگ تہوار سے واپس آئے تو بت خانہ کی حالت دیکھی کہ ہمارے سارے خداؤں کو توڑا گیا ہے تو حضرت ابراہیمؑ سے دریافت کیا۔ آپؑ نے فرمایا کہ کلہاڑی تو اس بڑے بت کی گردن پر ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ خفا ہوا اور سب کو توڑ ڈالا۔ زبان حال سے بتلا رہا ہے کہ ان میں لڑائی ہوئی۔ اگر جواب خواہ مخواہ چاہتے ہو تو خود ان بتوں سے پوچھ لو۔ قوم شرمندہ ہوئی اور دل میں اعتراف کیا کہ یہ تو نہ بولتے ہیں نہ آواز سنتے ہیں، نہ نفع و نقصان پہنچا سکتے ہیں۔

ابتلاء و آزمائش میں تفویض تام: مگر حق کی دشمنی اتنی دلوں میں بس گئی تھی کہ بجائے ایمان لانے کے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں فیصلہ دیا کہ لکڑیاں جمع کر دی جائیں تو عظیم الشان لاوہ تیار کر کے حضرت ابراہیمؑ کو اس میں جلا دیا جائے کہ انہوں نے ہماری ملکی قومی اور ریاستی مذہب کی توہین کی ہے۔ اب بڑے بوڑھے مرد عورت حاکم و رعایا اس کام میں شریک ہو گئے اور

آگ کے لئے ایندھن جمع کرنے لگے اور فیصلہ کیا کہ حضرت ابراہیمؑ کو منجنیق میں بٹھا کر لاوہ میں پھینک دیا جائے۔ یہ ایک عجیب منظر تھا کہ اللہ کی راہ میں ایک مقدس نبی قربانی دیتا ہے۔ عرش سے فرش تک کائنات اور ملائکہ روتے ہیں کہ یا اللہ آج تیرے جان نثار بندے کو آگ میں ڈالا جا رہا ہے۔ روایات میں ہے کہ آگ کے شعلے جب بھڑک اٹھے اور دھواں فضا میں پھیل گیا تو پرندے تک اپنی چونچوں میں پانی کے قطرے لا لا کر آگ پر ڈالنے لگے مگر ایک دو شریر الطبع حیوان بھی تھے تو دور سے آگ کو پھونکتے رہے کہ اور بھی بھڑک جائے۔ آگ نہ پرندوں کے چند قطروں سے بجھ سکتی تھی نہ کسی جانور کے پھونک سے بھڑک سکتی تھی، مگر یہ خدا کی تقسیم ہے۔ اپنی اپنی ہمت ہے، کسی نے حق کیلئے اپنی محبت واخلاص کا مظاہرہ کیا کسی نے حق دشمنی کا، کچھ جانور حلال اور پاک تھے اور کچھ حرام اور مردار، ہر ایک نے اپنی فطرت کا مظاہرہ کیا۔ ایسے موقع پر نیت ہر ایک کی ظاہر ہو جاتی ہے۔ فرشتے اللہ سے دعا مانگتے ہیں کہ یا اللہ تیرے عاشق بندہ کیلئے ساری دنیا جمع ہے کہ اسے جلادیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیلؑ کو اجازت دی کہ جاکر حضرت ابراہیمؑ سے حاجت دریافت کرلو کہ اگر یہ تم سے مدد مانگتا ہے تو اسکی مدد کرلو۔ جبرائیلؑ نے عرض کیا کہ اے ابراہیمؑ میں جبرائیلؑ ہوں۔ میری قوت اور طاقت تو جانتے ہو اور ان کی طاقت اتنی کہ قرائے لوط وسدوم کو آسمانوں تک اٹھا کر نیچے پٹخ دیا۔ لاکھوں کی آبادی پر پتھروں کی بارش برسادی اور زمین اوندھی کردی۔

حضرت ابراہیمؑ کو کہا میں تیرا خادم حاضر ہوں، حکم دو کہ ان سب کو مع لاؤ لشکر کے ابھی ختم کردوں یہ ایک امتحان تھا۔ شاگرد سارا سال استاد سے پڑھتا ہے مگر امتحان کے وقت پرچہ میں کسی سے مدد مانگے تو امتحان میں فیل ہو جاتا ہے تو اس امتحان کے موقع پر اللہ تعالیٰ فرشتوں کو اور سارے عالم کو بتلاتے ہیں کہ میرے ساتھ عشق رکھنے والا بندہ کیسا ہے؟ اس کی استقامت دیکھیں، حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا: "اما انت فلا" تیری مدد نہیں مانگتا یہ تو عشق ہے خدا کی راہ میں قربان ہونا ہے۔ حضرت جبرائیلؑ نے کہا، مجھ سے نہیں تو اللہ سے مانگ لے کہ وہ اس مصیبت سے نجات دے۔ فرمایا: "حسبی عن سوالی علمه بحالی" خدا مجھے دیکھتا ہے میری حالت اسے معلوم ہے تو اس کا علم میرے حال پر کافی ہے۔ سوال کرنے کی ضرورت نہیں۔ جو اس کی رضا

ہو وہی میری رضا ہے۔ اللہ میرے لئے کافی ہے۔

واقعہ نار نمرود کا سبق : تو حضرت ابراہیمؑ کے اس واقعہ نے ہمیں یہ سبق بھی دیا کہ اسلام کی حفاظت وبقاء کیلئے جتنا بھی ہوسکے کوشش کرو۔ پرندوں کی طرح باطل کی آگ بجھانے کیلئے دو دو قطرے کیوں نہ ہوسکیں۔ آگ پر ڈالنے کی سعی کرو۔ دین کی حفاظت تو خود اس کے ذمہ ہے۔ ہماری ہمت اور سعی اور نیت کا امتحان ہوتا ہے۔ "انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون" اللہ دیکھتا ہے کہ یہ لوگ آگ بجھانے والے پرندے بنتے ہیں یا آگ بھڑکانے والے شریر الطبع جانور باقی حفاظت کرنا خدا کا کام ہے۔ آگ سے بھی باغ بنا سکتا ہے۔

من کان للہ کان اللہ لہ : قیصر روم نے حضرت عمرؓ کے شہید کرنے کیلئے آدمی بھیجا، اس نے آکر دیکھا کہ حضرت عمرؓ درخت کے سایہ میں سوئے ہیں، درہ سرہانے رکھا ہوا ہے۔ کافر تاک میں رہا آکر دیکھا کہ ان کے ارد گرد شیر گھوم رہا ہے۔ حفاظت کر رہا ہے۔ خوف کے مارے بیہوش ہو کر گر پڑا۔ حضرت بیدار ہوئے کافر کو ہوش میں لایا گیا، پوچھا کہاں سے آئے ہو؟ کہا یہ تو پھر بتاؤں گا، پہلے یہ بتا دو کہ یہ شیر اور درندے کیسے آپ کے مسخر ہوئے ہیں۔ حضرت عمرؓ کو شیر کا پتہ نہیں تھا، ولی کیلئے اپنی کرامت کا علم ہونا ضروری نہیں تو فرمایا یہ تو مدینہ ہے آبادی ہے۔ یہاں شیر کہاں سے آیا؟ اتنے میں غیبی آواز آئی کہ اے عمرؓ تم خدا کے دین اور امت کی مدد کرتے ہو، اسکی بقاء وترقی میں مشغول ہو تو خدا کی کل مخلوق تیری خواہ مخواہ اور ہمدرد ہوگی۔

صبر واستقامت کا نتیجہ : تو جب حضرت ابراہیمؑ نے ایمان واستقامت کا کامل مظاہرہ فرمایا تو آگ کو خدا نے گلزار بنا دیا۔ "برداً وسلاماً علی ابراہیم" ہو گیا اور آگ کی معمولی تپش سے بھی خدا نے محفوظ رکھا۔ پھر ایک موقع آیا کہ حضرت ابراہیمؑ کو پورے ملک اور قوم کو چھوڑنا پڑا۔ یہ دوسری عظیم قربانی تھی۔ ملک ووطن قوم قبیلہ سب سے الگ ہو کر اللہ کی راہ میں ہجرت کی۔ پھر جب اللہ کے گھر کعبۃ اللہ کی آبادی کا موقع آیا تو شیر خوار معصوم بچے اور محبوب رفیقہ حیات حضرت ہاجرہؓ کو ایک ویران اور سنسان وادی، وادی غیر ذی زرع میں جا کر چھوڑ دیا۔ یہ اللہ کے احکام پر تسلیم وانقیاد کے مظاہرے تھے۔ نار نمرود کے موقع پر اپنی جان کی قربانی پیش کی اور جان کی قربانی تو آسان ہے۔

دوسری عظیم قربانی : مگر اولاد اور بیٹے کی مشکل تو اب اللہ نے یہ امتحان بھی پورا کرنا چاہا، حکم ہوا کہ اپنے جگر گوشہ اسماعیل کو ذبح کردے، میری راہ مین بڑھاپے کا یہ سہارا جوان بیٹا قربان کردے۔ لوگ اپنے آرام وراحت اور ہر عیش و عشرت اولاد ہی کے لئے قربان کرتے ہیں۔ آپ نے سب کچھ اللہ کیلئے قربان کردیا۔ اپنے بیٹے سے کہا :"یابنی انی اریٰ فی المنام انی اذبحک فانظر ماذاتریٰ" اے بیٹے مجھے حکم ہوا ہے وہ بھی خواب کا حکم تھا۔ دوسرے لوگ اس کی تعبیر میں تاویل ڈھونڈھتے، مگر حضرت ابراہیمؑ کے لئے خواب اور جاگنے کا حکم برابر تھا۔ فرمایا کہ اے بیٹا میں تجھے اللہ کے حکم پر ذبح کرنا چاہتا ہوں۔

اسماعیلؑ پیکر صبر و رضا : حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اطاعت شعار اور پیکر صبر و رضا۔ فرمایا : ابا جان جلدی کیجئے اللہ کے حکم کے سامنے میں گردن نہاد اور صابر وشاکر ہوں۔ یا ابت افعل ماتؤمر ستجدنی ان شاء الله من الصبرین "انشاء اللہ تو مجھے صبر کرنیوالوں میں سے پائے گا۔ مجھے اوندھا لٹادیں اور آنکھوں پر پٹیاں باندھ لیں۔ ادھر اللہ نے قربانی قبول فرمائی اور حضرت اسمٰعیل کے بدلے حضرت ابراہیمؑ کی سنت قربانی قیامت تک جاری فرمادی۔ آج ہم حضرت ابراہیمؑ کی سنتوں کی احیاء کرتے ہیں۔ قربانی اور حج حضرت ابراہیمؑ کے اعمال اور قربانیوں کی یاد ہے۔

قربانی میں اولاد کیلئے سبق : دوسرا سبق یہ بھی ہوا کہ اولاد کو والدین کا فرمانبردار ہونا چاہیئے جو اولاد ماں باپ کی عظمت اور احترام نہیں کرتے وہ دوزخی ہے۔ والدین خفا ہیں تو جہنم کے دروازے اس کیلئے کھلے ہیں۔ خوش ہو تو جنت کے دروازے کھلے ہیں۔

ولاتقل لهما أفٍ ولاتنهرهما" انہیں محبت اور عظمت کی نظروں سے دیکھنا چاہیئے، جھڑکنا بھی جائز نہیں، شفقت و محبت سے دیکھنے کا بھی حج اور عمرہ کے برابر ثواب ہے۔ آجکل دوست احباب کے لئے تو ادب ہوتا ہے۔ ان کیلئے مرغ پلاؤ ہے مگر بوڑھے ماں باپ کو جتنا ڈانٹ سکتے ہیں دریغ نہیں کرتے۔ حضرت اسمٰعیلؑ ایک روایت کے مطابق بارہ سال کے تھے۔ مگر باپ کے سامنے گردن نہاد ہوگئے۔ ایک روایت میں ہے کہ ایک صحابیؓ کی وفات کے وقت زبان بند تھی۔ کلمہ نہیں

پڑھ سکتا تھا۔ ماں اس سے ناراض تھی۔ فرمایا لکڑیاں جمع کر کے لے آؤ، اسے جلادیں ماں ڈر گئی، پریشان ہوئی۔ فرمایا: اس کا انجام تو ویسے بھی یہی ہے۔ جبتک تو اسے معاف نہیں کرے گی، ماں نے اسے بخش دیا۔ کلمہ طیبہ بھی اس وقت اس کے بیٹے کی زبان پر جاری ہو گیا۔ مگر اس وقت عجیب حالت ہے جیسا کہ حضور ﷺ نے فرمایا تھا قیامت سے قبل عالم اکبر کا مزاج بگڑ جائے گا۔ اولاد ماں باپ کا آقا بن جائے گی۔ مالک اور غلام کی تمیز ختم ہو جائے گی۔

قربانی کی روح: الغرض حضرت ابراہیمؑ کا عمل قربانی امت کے لئے ایک نمونہ ہے۔ قربانی دیتے وقت ہمیں یہ بات مستحضر کرنی چاہیئے کہ یا اللہ ہم تیری مرضی کے لئے اپنی جان دینے سے اپنی اولاد سے بھی دریغ نہیں کریں گے۔ نوجوانوں کو سوچنا چاہیئے کہ ہم حضرت اسمٰعیلؑ کی طرح والدین کی اطاعت کا شیوہ اختیار کریں گے اور اللہ کی مرضی کے سامنے سر تسلیم خم کریں گے۔ یہ اجتماع عید مبارک ہے تو استغفار کا وقت ہے جو حدیث کی بناء پر دلوں کے زنگ کو دور کرتا ہے۔ شیطان نے کہا میں انسانوں کو گمراہ کروں گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "لاازال اغفرلھم ما استغفروا" جب تک یہ استغفار کریں گے میں انہیں بخشتا رہوں گا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو استقامت اور ہدایت دے۔

(واٰخر دعوانا ان الحمدللہ رب العلمین)